مشرقی یورپ میں اسلام

اسماعیل بالک
ترجمہ: ثروت صولت

اسماعیل بالک (SMAIL BALIC) آسٹریا کی نیشنل لائبریری ویانا میں مشرقی زبانوں کے ماہر ہیں۔ وہ یوگوسلاویہ کے مسلمانوں سے متعلق کئی کتابوں اور مقالوں کے مصنف ہیں۔ ذیل کا مضمون انہوں نے جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدہ میں قائم مسلمان اقلیتوں کے امور کے انسٹی ٹیوٹ کے مجلہ جرنل کی پہلی اشاعت جلد اول، شمارہ اول ۱۹۷۹ء میں لکھا تھا۔ ث۔ص

مشرقی یورپ میں ہنگری، ولاچیا اور بازنطینی سلطنت کے ان حصوں کو (جو جزیرہ نما بلقان کے جنوبی حصوں پر مشتمل ہیں) سب سے پہلے مسلمانوں سے واسطہ قرونِ وسطیٰ میں پڑا۔ ہنگری میں دسویں صدی سے بارہویں صدی تک اسلام کی بلا روک ٹوک اشاعت ہوتی رہی۔ بارہویں صدی کے وسط میں مشہور عرب عالم ابوحامد محمد غرناطی متوفی ۱۱۶۹ء مختصر مدت تک وہاں مقیم رہے اور ان کے صاحبزادے حامد بن محمد غرناطی نے ہنگری میں مفتی کے فرائض انجام دیئے۔ لیکن تیرہویں صدی میں مسلمانوں کے خلاف جو سخت اقدامات کیے گئے ان کے نتیجے میں وسط یورپ میں وجود میں آنے والی یہ پہلی مسلم آبادی ختم ہو گئی[1]

مشرقی یورپ میں اسلام کے اثرات سب سے زیادہ پائیدار جنوب مشرقی یورپ میں ثابت ہوئے۔ اس خطے میں بکثرت شہر اور دیہات ایسے ہیں جن میں آج بھی اسلام کے واضح اثرات دیکھے

جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم علاقے البانیہ اور یوگوسلاویہ، بوسینا اور ہرزیگووینا کی ریاستیں ہیں۔ بوسینا اور یونان کے مسلمانوں میں واضح اسلامی شعور پایا جاتا ہے اور سیاسی طور پر ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ یونان میں مسلمانوں کا مرکز تھریس کا صوبہ ہے جہاں پومک مسلمانوں کی آبادی ترکی اور سلاوی مخلوط نسل کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہاں عثمانی سلطنت کے زوال کے بعد بھی اسلامی علمی روایات برقرار ہیں۔ دو مدرسے ایسے ہیں جس میں اب بھی عثمانی ترکی پڑھائی جاتی ہے اور ترکی زبان جزوی طور پر عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔

مشرقی یورپ کے تمام ملکوں میں مسلمانوں کا قومی تشخص مذہب کی بدولت قائم ہے۔ یہ بات بوسینا کے مسلمانوں پر خاص طور پہ صادق آتی ہے جن کو سرکاری طور پہ نسلی معنوں میں مسلمان کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا دوسرا گروہ پومک کہلاتا ہے اور وہ بلغاروی نسل کے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ تیسرا مسلمان گروہ توربیسکیوں (TORBESKIANS) کا ہے جو نسلی طور پہ سربی باشندے ہیں اور ان کی تعداد بہت مختصر ہے۔ جہاں تک البانوی مسلمانوں کا تعلق ہے ان کی قومیت کی تشکیل میں مذہب کا زیادہ حصہ نہیں۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ ایک عالم حسن کلیشی (KALESHI) متوفی ۱۹۷۶ء نے لکھا ہے یہ اسلام ہی ہے جس کی بدولت البانوی باشندے سلاوی اور یونانی نسلوں میں ضم ہونے سے بچ گئے۔

پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ مشرقی یورپ کے باشندوں پر خصوصاً سلاوی اور یونانی باشندوں پر اسلام عثمانی ترکوں نے زبردستی مسلط کیا تھا۔ لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان باشندوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا تھا اور جنوب مشرقی یورپ میں اسلام سامراجیت کے نتیجے میں نہیں آیا۔ ۱۳۵۴ء میں عثمانیوں کے آنے سے بہت پہلے یہاں مسلمان موجود تھے اور مقامی آبادی کے ایک بڑے حصے نے اپنی آزادانہ مرضی سے اسلام قبول کیا تھا[۱۲] اور

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اسلام سے ان کو اپنی قومی خصوصیات کے تحفظ میں مدد ملتی تھی اور وہ ثقافتی، معاشرتی اور سیاسی میدان میں اپنے جداگانہ تشخص کا اظہار کر سکتے تھے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمانی سلطنت کبھی کبھی معاشی اسباب کی بنا پر ان علاقوں میں اشاعت اسلام کی حوصلہ شکنی کرتی تھی۔

سوشلزم

مشرقی یورپ کے مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد سوشلسٹ ریاستوں میں آباد ہے۔ ان میں صرف فن لینڈ اور یونان کے مسلمان استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ البانی، بوسنوی، پومک اور تور بیکی مسلمانوں کو چھوڑ کر مشرقی یورپ کے دوسرے مسلمانوں اور وہاں کی غیر مسلم قومیتوں کے درمیان بہت نمایاں فرق ہے۔ بلغاریہ کے مسلمانوں کی صورت حال افسوس ناک اس وجہ سے ہے کہ ان میں سات لاکھ ترک ہیں جن کو مسیحی باشندے عہد قدیم سے مسیحی بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ان کے مصائب کی اصل وجہ بھی مسیحی جذبہ ہے کمیونزم نہیں ہے۔ کمیونسٹوں میں اسلام کے بارے میں دو رجحان کارفرما ہیں۔ ان میں ایک رجحان جو نسبتاً قدیم ہے وہ ہے جس کی تشریح مستشرق ایل۔ جے کلیمووچ (KLIMOVICH) کرتے رہے ہیں اور دوسرا رجحان نیا ہے جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ معروضی ہے۔ اس رجحان کے تحت اسلامی اقدار کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان اقدار کو اس کی تعلیمات کی روشنی ہی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ کلیمووچ مدرسۂ خیال کے لوگ قرآن کے غلط حوالے دیتے ہیں اور اسلام کو علم دشمن مذہب اور اسلامی تعلیمات کو رجعت پسندانہ فلسفۂ حیات قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس مدرسۂ فکر کی علمی حیثیت پست ہے۔ روس میں جدید تحقیق کی رو سے یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اسلام میں اقدار کا اپنا الگ نظام ہے اور یہ نظام مثبت نوعیت کا ہے اور مسلمان اہل علم کا کہنا ہے کہ اقدار کا یہ اسلامی نظام سماجی انصاف کے حصول کے لئے بہترین بنیاد ثابت

ہو سکتا ہے اور اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے لیکن افسوس کہ بلغاریہ میں اس نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

جہاں تک مشرقی یورپ کے ملکوں کا تعلق ہے وہاں مذہب کو ریاست سے الگ کر دیا گیا ہے اور ثقافتی پالیسی کو عام کرنے میں مذہب کے مقابلے میں الحاد کی تبلیغ پر کہیں زیادہ زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان ملکوں میں اسلام پر بے کسی کی حالت طاری ہے خاص طور پر نوجوان نسل میں اور یہ بات صحیح ہے کہ مشرقی یورپ کے مسلمانوں کے لئے حالات زیادہ امید افزا نہیں ہیں۔ بہرحال مختلف ملکوں میں با اقتدار گروہ اسلام کے بارے میں مختلف طرز عمل اپنائے ہوئے ہے۔ یوگوسلاویہ میں مسلمانوں کو کم از کم قومی حقوق حاصل ہیں۔ اسی طرح ریاست کی قائم کردہ حدود میں مذہبی آزادی بھی ہے خاص طور پر عبادت کی آزادی۔ بوسینا کے صدر مقام (سراجیو) میں ۱۹۷۸ء کے موسم خزاں میں ایک اسلامی شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے اور اس طرح اسلامیات کا وہ کالج جو ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۱ء تک کام کرتا رہا تھا، ایک بار پھر اس کی تجدید ہو گئی ہے۔ علماء کی تربیت کے لئے دو بہترین قسم کے مدرسے موجود ہیں۔ ان میں ایک مدرسہ میں البانوی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدرسہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا مالک ہے کہ البانوی باشندوں کے لئے دنیا میں واحد دینی مدرسہ ہے کیونکہ خاص البانیہ میں، مملکت کو دنیا کی پہلی ملحد ریاست قرار دے دیا گیا ہے اور وہاں کسی مذہب کے علمبردار اپنے دینی عقائد کا کھل کر اعلان نہیں کر سکتے اور دین کے لئے کام نہیں کر سکتے، ان کو ضمیر کی آزادی حاصل نہیں۔ البانیہ کے حکمرانوں کے ذہنوں پر مارکسزم اور لینن ازم کے ساتھ ساتھ ایک خونخوار مذہب دشمن جذبہ بھی سوار ہے مسلمانوں کو اور کم از کم ان کی نوجوان نسل کو روایتی نام تک اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ بلغاریہ میں بھی البانیہ کی اس روایت کی پیروی کی جا رہی ہے۔ عملی طور پر یہ اقدام بلغاریہ

کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی طرف ایک قدم ہے۔ خاص طور پر پومک مسلمانوں کو۔ یہ پابندی تمام بیرونی ناموں پر نہیں ہے۔ بائیبل میں جو نام آئے ہیں ان کو بلغاروی نام قرار دیا گیا ہے لیکن ایسے نام جن میں ذرہ برابر بھی اسلامی اثر ہو تو خواہ وہ بائیبل ہی میں کیوں نہ آئے ہوں ان کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً کوئی شخص اسماعیل نام نہیں رکھ سکتا حالانکہ یہ نام بائیبل میں موجود ہے۔

یوگو سلاویہ کے بعد صرف پولینڈ وہ دوسرا کمیونسٹ ملک ہے جس میں دینی کام کے لئے بہتر حالات ہیں۔ لیکن پولینڈ کے مسلمانوں میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ ملک کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی حالات سے فائدہ اٹھا کر خود کو مستحکم کر سکیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ موجودہ دور میں اسلام کو آرتھوڈوکس ملکوں کے مقابلہ میں کیتھولک ملکوں میں بڑھنے کے زیادہ امکانات ہیں۔ ہاں تھریس کے یونانی مسلمان استثنائی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ معاہدۂ لوزان کے تحت تھریس کے مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو استنبول کے یونانیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وسطی اور مشرقی یورپ کے کئی ملکوں میں کیتھولک کلیسا کمیونزم کے مقابلے میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ اب اگر اس خطہ میں مسلمان بھی موجود ہوتے ہیں تو ان کو بھی ان حالات کا فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ پولینڈ کے علاوہ یہ بات یوگوسلاویہ کے مغربی حصوں پر بھی صادق آتی ہے۔

مسلمانوں کی تعداد

ذیل میں علی المنتصر الکتانی کی کتاب المسلمین فی اوروبا و امریکہ مطبوعہ طہران ۱۹۷۶ء کی مدد سے مشرقی یورپ کے ملکوں میں مسلمانوں کی تعداد دی جا رہی ہے۔ جہاں کہیں میں نے یہ اعداد و شمار کسی دوسری جگہ سے لئے ہیں وہاں ان کے ماخذ کی نشاندہی کر دی گئی ہے:

البانیہ (۱۹۷۱ء) ۱۵ لاکھ ۸ ہزار

آسٹریا (۱۹۷۸ء) ۵۰ ہزار

بلغاریہ (۱۹۷۳ء) ترک ۷ لاکھ، پومک ۲ لاکھ ۲۰ ہزار اور جپسی دو لاکھ چالیس ہزار

چیکوسلوواکیہ (۱۹۷۱ء) دو ہزار

فن لینڈ (۱۹۷۶ء) ایک ہزار

مشرقی جرمنی (۱۹۷۱ء) دو ہزار

یونان (۱۹۷۱ء) ایک لاکھ دس ہزار

یوگوسلاویہ (۱۹۷۱ء) ۲۵ لاکھ ۲۰ ہزار

پولینڈ (۱۹۷۱ء) ۱۵ ہزار

رومانیہ (۱۹۷۱ء) ۳۵ ہزار

میزان ________ ۶۵ لاکھ ۹۲ ہزار

آسٹریا میں مسلمانوں کی آبادی کا تخمینہ مسلم سوشل سروس، ویانا کا فراہم کردہ ہے۔ بلغاریہ کا تخمینہ بروک ہوس انسائیکلوپیڈیا (BRDCKHAUS ENZYKLOPADIE) جلد ۱۹ ویزبادن (WIESBADEN) ۱۹۷۴ء ص۹۹۹ کے مطابق ہے۔ لیکن پومکوں اور جپسی مسلمانوں کی تعداد کا یہ تخمینہ میرے خیال میں مبالغہ آمیز ہے۔ گزشتہ تیس چالیس سال میں جو مسلمان ہجرت کرکے ترکی گئے ہیں ان میں پومک کافی تعداد میں تھے لیکن جپسی مسلمان کہیں نظر نہیں آئے۔ ان کی مذہبی صورت حال ابتر ہے۔ فن لینڈ کا تخمینہ بھی بروک ہوس انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ ص ۲۸۰ (۱۹۶۸ء) پر مبنی ہے۔ مشرقی جرمنی کے مسلمانوں کی تعداد میں ان مسلمان فوجیوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے جو وہاں مقیم روسی دستوں میں موجود ہیں۔ جہاں تک رومانیہ کا تعلق

ہے وہاں کے مفتی یعقوب مصطفیٰ نے طرابلس میں اسلامی اور مسیحی مذاکرات کے دوران ۱۹۷۵ء میں مجھ کو یہی تعداد بتائی تھی المغتمہ (AL - MUGTAMA) میں رومانیہ میں مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ بتائی گئی ہے جو مبالغہ آمیز ہے۔ کتانی نے مسلمانوں کی تعداد نوے ہزار دی ہے۔

قومیت کے اعتبار سے مذکورہ بالا مسلمان ذیل کی قومیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

البانوی (جو البانیہ اور یوگوسلاویہ میں منقسم ہیں)	۲۸ لاکھ ۱۳ ہزار نو سو چار
سلاوی (یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور یونان جہاں بیس ہزار پومک مسلمان ہیں	۲۰ لاکھ ۹۴ ہزار ۹ سو ۳۲
ترک (بلغاریہ، یوگوسلاویہ، یونان رومانیہ اور آسٹریا)	۹ لاکھ ۸۰ ہزار
(پولینڈ اور فن لینڈ کے تاتاری)	۱۶ ہزار

باقی آبادی جپسیوں، سرکیشیوں (چرکس) اور یونانی مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کی ایک تعداد پہلے کستوریا (KASTORIA) کے جنوب میں ضلع لاپشتا (LAPISHTA) میں اور جزائر پیلوپونیسی (PELOPONNESIAN) میں آباد تھی۔ دوسرے مسلمان رومانی، جرمن اور آسٹروی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ البانیہ میں مسلمانوں کی بستیاں ہیں جن میں ترکوں کی ایک تعداد بھی موجود ہے۔ اب حال ہی میں آسٹریا میں یوگنڈا کے دو سو مسلمان بھی پناہ گزین ہوگئے ہیں۔

معاشی لحاظ سے یونان کے مسلمانوں کی حالت سب سے زیادہ مستحکم ہے جہاں مسلمانوں کے اوقاف کم و بیش اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں۔ بلغاریہ میں رسالہ مسلم آف دی سوویٹ الیسٹ تاشقند ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء کے مطابق چھ مفتی اور پانچ سو امام ایسے ہیں جن کو سرکاری طور پر تنخواہیں ملتی ہیں۔ ضمنی اخراجات اوقاف سے پورے کئے جاتے ہیں۔

بلقان میں عہد ماضی کی مسجدیں اور اوقاف موجود ہیں لیکن شمالی مسلمانوں کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف پولینڈ میں دو پرانی مسجدیں ہیں۔ ایک بوہونکی (BOHONKI) میں دوسری ضلع بیالسٹوک (BIALYSTOK) کی بستی کرس زی نیانی (KRUSZYNIANY) میں فن لینڈ میں ایک چھوٹی سی مرکزی مسجد ہیل سنکی کی ایک بڑی عمارت کے اندر قائم ہے اس عمارت کے مختلف حصوں کو کرایہ پر دیا جاتا ہے جس سے مذہبی کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ ہیلسنکی کے باہر ٹمپیرے (TAMPERE) اور تورکو (TURKU) میں نماز کے لئے کرایہ پہ کمرے لے لئے جاتے ہیں۔ نماز پر سب سے زیادہ خرچ اس سال آسٹریا میں کیا گیا اس مقصد کے لئے ویانا سٹی ہال دس ہزار آسٹروی شلنگ (سات سو امریکی ڈالر) کرایہ دے کر حاصل کیا گیا تھا، جہاں چار ہزار مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ لیکن اب سعودی حکومت کی مدد سے ویانا میں عثمانی طرز کی ایک خوبصورت مسجد زیر تعمیر ہے۔ توقع ہے کہ اگلے سال اپریل میں مسجد کا افتتاح ہو جائے گا۔ یہ مسجد ایک وسیع تر اسلامی مرکز کا ایک حصہ ہوگی۔ اُس وقت تک مسلم سوشل سروس کا موجودہ مرکز بھی اپنی ذاتی دو منزلہ عمارت میں منتقل ہو جائے گا جو شہر کے وسط میں ہے۔ اس مقصد کے لئے لیبیا کے ایک ادارہ جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ (طرابلس) نے زمین خریدنے کے لئے رقم فراہم کی تھی۔

اس جگہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے وارسا اور بوداپسٹ میں مسجدوں کی تعمیر کے جو منصوبے تیار ہوئے تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں۔ بوداپسٹ کی مسلمان آبادی ختم ہو گئی ہے[۳]۔ وارسا میں امام محمود طٰہٰ سرگرم ہیں لیکن ابھی تک پولینڈ کی چھ اسلامی انجمنوں کی طرف سے کوئی متحدہ کوشش نہیں کی گئی ہے۔ پیکس (PECS) میں ہنگری کی حکومت نے سیاحوں کے لئے اس واحد مسجد کو مرمت کے بعد کھول دیا ہے جو

عثمانی دور سے چلی آرہی تھی۔

رومانیہ میں بھی مسلمانوں کی کیفیت زبوں حالی کا شکار ہو چکی ہے۔ مصطفیٰ یعقوب نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ مسلمانوں کے پاس مسجدیں اور دوسری عمارتیں موجود ہیں لیکن ان کو کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ مدرسے خالی پڑے ہیں کیونکہ کوئی طالب علم دینی تعلیم کے لئے ان میں داخلہ نہیں لیتا۔ اس کی وجہ ایک فعال قیادت کی کمی ہے۔ اساتذہ اور رومانی زبان میں اسلامی کتابوں کی کمی بھی اس کی دوسری وجہ ہے۔ یوگوسلاویہ اور ترکی کے مسلمانوں نے اپنے رومانی بھائیوں کی مدد کی کئی مرتبہ کوشش کی لیکن بظاہر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس طرح رابطۂ عالم اسلامی نے جو کوششیں کی ہیں ان میں بھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

نظام تعلیم اور صحافت

مشرقی یورپ کی عوامی جمہوریتوں میں صرف یوگوسلاویہ میں اسلامی تعلیم کا نظام قائم ہے۔ اس نظام تعلیم کے تحت، امام، مبلغ اور اساتذہ تیار کئے جاتے ہیں۔ ہاں قاضیوں کی تربیت کا سلسلہ ختم کر دینا پڑا ہے کیونکہ ۱۹۴۶ء کے بعد سے زندگی کے کسی شعبے میں اسلامی قانون پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۷۷ء کے موسم خزاں میں سرائیوسنہ میں ۴۴۱ سال پرانے غازی خسرو کے بحال شدہ مدرسہ میں ایک اسلامی شعبہ کھولا گیا ہے جسے بعض اخباروں نے غلطی سے اسلامی یونیورسٹی لکھ دیا تھا۔ دوسری عالمی جنگ سے پہلے سرائیوسنہ میں ایک اسلامی کالج موجود تھا جو آزادی کے بعد بند کر دیا گیا تھا، اب اس کالج کو بحال کیا گیا ہے۔

یوگوسلاویہ میں دو مدرسے ہیں جن کے آٹھ جماعتی نصاب میں اصلاح کی گئی ہے اور چھ ایسے علاقائی مدرسے ہیں جن کا نصاب چار جماعتوں پر مشتمل ہے۔ ان تمام مدرسوں میں غازی

خسرو بیگ کا مدرسہ ایسا ہے جو سرکاری گرامر اسکول کے درجہ کا ہے اور جس کی تعلیمی سرگرمیاں بغیر رکاوٹ کے جاری رہیں۔ دوسرے مدرسوں کے بند ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اوقاف کی جائیدادوں کو قومی ملکیت میں لے لیا ہے۔ اور اس طرح مذہبی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ختم ہو گیا۔ سرائے بوسنہ کا ثانوی مدرسہ شریعت بھی جس کی اجازت حکومت نے دے دی تھی بند کر دیا گیا۔ جب مسلمان بچوں کے مدرسے بھی جو جدید مدرسوں کے طرز پر چلائے جاتے تھے بند کر لیے گئے تو مذہبی حلقوں میں ابتری پھیل گئی۔

جنوبی یوگوسلاویہ میں ابتداءً کوئی مدرسہ اپنا جواز ثابت نہیں کر سکا بہرحال یہاں چار جماعت کے نصاب پر مشتمل ایک ثانوی مدرسے کو ترقی دے کر پانچویں جماعت تک بڑھا دیا گیا۔ یہ مدرسہ جمہوریہ سربیا میں کوسوو کے خود مختار علاقہ میں قائم کیا گیا ہے۔ اس دوران میں غازی خسرو بیگ کے مدرسہ کو پانچویں جماعت تک کر دیا گیا۔ قانون کے تحت یہ مدرسہ پیشہ ورانہ مدرسوں کے تحت آتا ہے اور ایسا مدرسہ صرف ان طلبہ کو داخل کر سکتا ہے جنہوں نے ابتدائی آٹھ جماعتوں تک تعلیم حاصل کر لی ہو۔

یوگوسلاویہ کے برعکس رومانیہ، بلغاریہ اور البانیہ میں اسلام پر زیادہ سخت پابندیاں عائد ہیں۔ البانیہ نے دوسری عالمی جنگ کے بعد یہ اعلان کر کے کہ وہ دنیا کی پہلی ملحد ریاست ہے اسلام پر سخت ترین ضرب لگائی۔ اس کے باوجود البانیہ کی اکثریت اسلام پر قائم ہے۔ اگرچہ مشرقی یورپ کے ملکوں میں مذہب کے کردار کا تعین مارکسی نقطہ نظر سے کیا جاتا ہے لیکن یوگوسلاویہ میں خود اختیاری کا جو نظام قائم ہے اس کی وجہ سے یہاں عوام کو اپنی آزادانہ رائے پر عمل کرنے کا زیادہ موقع حاصل ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت وہ نئی مسجدیں ہیں جو روز افزوں

تعداد میں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ ۱۹۷۶ء کے موسم خزاں میں ویانا کے پاس موڈلنگ (MODLING) کے مقام پر کیتھولک کلیسا نے مسلمانان یورپ کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ صرف بوسنہ کے علاقے میں ہر سال ۲۵ سے ۳۰ تک نئی مسجدیں قائم کی جاتی ہیں۔

قومی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو اس بات پر تشویش ہے کہ اس سال ان کو سپریم کونسل آف اسٹیٹ میں نمائندگی نہیں دی گئی حالانکہ تعداد کے لحاظ سے کروشی باشندوں کے بعد وہی سب سے زیادہ ہیں۔ بوسنہ کے مسلمان غازی خسرو بیگ کے مدرسے میں اگلے سال (۱۹۷۹ء) لڑکیوں کا شعبہ بھی کھول رہے ہیں۔ اسی طرح اُسکپ (SKOPJE) میں مدرسہ عیسیٰ بیگ کو دوبارہ کھولنے کی تجویز ہے۔ یہاں دوسری عالمی جنگ سے پہلے دو مدرسے ایسے تھے جہاں آٹھویں جماعت تک تعلیم دی جاتی تھی ان میں ایک مدرسہ اپنے قائم کرنے والے کے نام سے مدرسہ عیسیٰ بیگ کہلاتا تھا۔

مشرقی یورپ میں سب سے طاقتور پریس بھی یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کا ہے سرائے بوسنہ سے حسب ذیل رسالے سربوکروٹ زبان میں شائع ہوئے ہیں:۔

(۱) GLASNIK ISLAMSKE ZAJEDNICE (اسلامی جماعت کا قاصد) یہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے (۲) ZAMSEN، غازی خسرو بیگ کے طلبہ کی انجمن کا ماہنامہ ہے (۳) (PREPOROD) (احیاء) علماء کی انجمن کا پندرہ روزہ پرچہ ہے۔ ان کے علاوہ پرستینا سے EDUCATE ISLAME (اسلامی تعلیم) کے نام سے البانوی زبان کا ایک پرچہ شائع ہوتا ہے شہر پرزرن (PRIZREN) سے کبھی تصوف کا رسالہ ہو(؟) شائع ہوتا تھا۔ ترکی زبان میں نور (NUR) کے نام سے ایک رسالہ شائع ہوتا ہے۔

یونان میں اسلامی تعلیم کا نظام بدستور قائم ہے۔ گوملجینہ (KOTOTINI) میں ایک

اعلیٰ تعلیم کا مدرسہ اور ایک اسلامی گرامر اسکول قائم ہے۔ ایک اور مدرسہ شہر اسکیجہ (الیکزینڈرو پولس) میں ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد کئی سال تک گوملجینہ سے تبار اور محافظہ کار کے نام سے عربی رسم الخط میں دو پرچے شائع ہوتے تھے۔ مصطفےٰ کمال کے حامی ان پر قدامت پسندی کا الزام لگا کر حملے کرتے تھے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ پرچے شائع ہوتے ہیں یا نہیں۔

مشرقی بلاک کے ملکوں میں جس کلچرل پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے اس نے نوجوان نسل میں اسلامی تشخص ختم کر دیا ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ ان کو نئے نظام کے تحت ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوئے ہیں، لیکن یہ مواقع مسلمانوں کو صرف اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب وہ نئے نظام کے آگے برضا و رغبت ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اس کے باوجود بلغاریہ میں قومی امتیازات کی مثالیں ملتی ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں وہاں وہ ترکی مدرسے بند کر دیئے گئے جنہوں نے قومی جذبہ پیدا کرنے کی تھوڑی سی بھی کوشش کی تھی۔ حال ہی میں جب صدر قذافی اور جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے جنرل سیکرٹری نے بلغاریہ کا دورہ کیا تھا تو حکومت بلغاریہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی اسلام دشمن پالیسی بدل دے گی اور اسلامی ناموں کو بدل کر بلغاروی نام اختیار کرنے کے لئے جبر کی پالیسی ترک کر دے گی یہ بھی طے پایا تھا کہ طرابلس کی جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ شہر شومین (SHUMEN) کے مدرسہ کو جسے بند کر دیا گیا تھا دوبارہ کھولنے کے لئے بلغاریہ کے مسلمانوں کی مالی امداد کرے گی۔

حواشی

لہ۔ اس موضوع پر مصنف نے جرمن زبان میں ایک کتابچہ لکھا تھا جس کا عربی ترجمہ اگلے سال یعنی ۱۹۶۵ء میں الاسلام فی المجار فی القرون الوسطیٰ کے نام سے قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

۲ ۔ ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لیڈن۔لندن۔۱۹۶۰ء جلد اول مقالہ "بلقان"

۳ ۔ مصنف نے COMPLETELY TRANSFORMED کے الفاظ استعمال کئے ہیں یعنی قلب ماہیت ہوگئی ہیں نے اس لئے اس کا ترجمہ ختم ہوجانا کیا ہے (ش۔ص)

۴ ۔ اوقاف کو دو مرحلوں میں قومی ملکیت میں لیا گیا۔ جرمن تسلط ختم ہونے کے فوراً بعد اوقاف کی زمینیں قومی ملکیت میں لے لی گئیں۔ اس کے دس سال بعد اوقاف کی وہ تمام عمارتیں بھی ضبط کرلی گئیں جو براہ راست مذہبی کاموں میں نہیں آتی تھیں۔ ان میں وہ مکان اور دوکانیں شامل تھیں جن کی آمدنی سے مسجدوں کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔